ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

An Introductory and Research Study of Ahle Sunnat wal Jamaat

اہل سنت والجماعت کا تعارفی و تحقیقی مطالعہ

Saleem Ullah Masroor
Ph.D. Scholar in MY University Islamabad

Abstract:
This study is about Ahle Sunnat wal Jamaat (ASWJ), also known as Sunni Islam, one of the biggest branches of Islam. It explains the basic beliefs and practices of ASWJ, such as following the Quran, the teachings of Prophet Muhammad, and the Five Pillars of Islam. It also looks at the cultural aspects and how ASWJ handles modern challenges. The aim is to help people understand ASWJ better and promote harmony among different religious groups.
Keywords: Ahle Sunnat wal Jamaat, Introductory, research study.

تعارف موضوع:

اس آرٹیکل سے مقصود لوگوں کے اندر اس بات کی شناسی پیدا کرنا ہے کہ اہل سنت والجماعت ایک اہل حق جماعت ہے، جو شریعت اسلامی کے تعلیمات کے من وعن یعنی مکمل پابند جماعت ہے، اس جماعت کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاشرت، معاملات، معاشیات اور سیاسیات وغیرہ تمام احوال واعمال میں ایک منفرد اور صحیح جماعت ہے، جو سنت رسول ﷺ سے محبت اور اطاعت میں یکساں بے مثال ہے۔ چونکہ عصر حاضر میں ذاتی تعصبات کیوجہ سے لوگوں میں نظریاتی تقسیم کے ساتھ ساتھ اعتقادی اور عملی تقسیم شروع ہوا ہے، جس کیوجہ سے ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں، اس رسالہ میں اس بات کی حقیقت کو اظہر من الشمس کی طرح واضح کی گئی ہے، کہ حقائق اور خصائص حسنہ پر کونسی جماعت ہے۔

مقالہ کی خصوصیات:

اہل سنت والجماعت کا لغوی واصطلاحی مفہوم اور اُنکی پہچان کا معیار۔

باطل جماعتوں کا تعارفی مطالعہ۔

باطل جماعتوں کی نظریاتی اور اعتقادی تعارف۔

اہل سنت والجماعت کی ضرورت واہمیت۔

اس اصطلاح میں تین الفاظ ہیں۔

اہل: اس سے مراد اشخاص، مقلدین اتباع اور پیروہیں۔

سنت: سنت عربی میں راستے کو کہتے ہیں۔ یہاں سنت سے مقصود عام سنت نہیں بلکہ دینی اصطلاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اور طریق عمل کو سنت کہتے ہیں۔

جماعت: جماعت کے معنی گروہ کے ہیں۔ یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔ لہذا اہل سنت والجماعت کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات وغیرہ کا مرکز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اثر مبارک ہے پس اہل سنت کے مذہب کا مدار اور مبنیٰ دو اصول ہیں:

۱۔ داعی اسلام علیہ السلام نے عقائد اور اعمال کے متعلق اپنی امت کو جو کچھ تعلیم اور تلقین کی، اس میں ایک ذرہ زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

۲۔ عقائد یا خدا کی ذات اور صفات کے متعلق قرآن نے جو کچھ بیان کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا اور جس مسعلہ کی جس حد تک قرآن نے تشریح کی، صرف اسی پر ایمان لانا واجب ہے۔ اپنی عقل و قیاس و استنباط سے اس کی تشریح و تفسیر صحیح نہیں اور نہ اس پر ایمان لانا اسلام کی صحت کے لئے ضروری ہے۔[i]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں "وعلی المؤمن اتباع السنۃ والجماعۃ فالسنۃ ماسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ وسلم فی خلافۃ الائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین"

مفہوم یہ ہے کہ مؤمن پر واجب ہے کہ سنت والجماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اور روش ہے اور جماعت وہ ہے جس پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء اربعہ کے زمانے میں متفق رہے۔[ii]

چنانچہ علماء امصار اور جملہ اہل سنت اور ارباب سلوک کے عقائد ایک ہیں۔

الغرض اہل سنت والجماعت سے مراد جملہ محدثین فقہاء اور ارباب سلوک ہیں۔ جس کا کلامی پہلو ماتریدیہ اور اشاعرہ مکاتب فکر کی شکل میں آتا ہے۔ یہ لقب دو کلموں سے مرتب ہے۔ ایک سنۃ اور ایک الجماعۃ۔ ان دونوں کے مجموعہ ہی سے انکا مسلک بنا ہے۔ تنہا کسی ایک کلمہ سے

نہیں۔ السنۃ کے لفظ سے قانون، دستور، طریق ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف اشارہ ہے جس پر چلنے کا امت کو حکم دیا گیا ہے۔

"وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[iii]

اس کے فوائد میں مولانا قاری طیب فرماتے ہیں کہ الجماعۃ کے لفظ سے ذوات قدسیہ، شخصیات مقدسہ اور اہل صدق رہنمایانِ طریق کی

طرف اشارہ ہے۔ جن کی رہنمائی اور معیشت و تربیت میں اس صراط مستقیم اور راہ تقوٰی پر چلنے اور اسے سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔[iv]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ[v]

معتزلہ کا تعارف:

معتزلہ کے لفظی معنی الگ اور جدا ہونے کے ہیں۔[vi]

معتزلہ کسی فرقہ کا نام نہیں بلکہ ایک مکتب فکر ہے۔ اس لئے فرقہ کے لئے ضروری ہے کہ مخصوص نظام اور دینی عقائد کا پابند ہو۔ لیکن

معتزلہ اس طرح نہیں تھے۔ لیکن عہدِ اول کے مسلمان مؤرخین چونکہ فرقے اور مکتبِ فکر کے مابین تفریق کے قائل نہیں تھے چنانچہ جس طرح وہ شیعہ و خوارج کو فرقہ کہتے تھے اسی روانی سے وہ معتزلہ کو بھی فرقہ کہتے تھے۔ (حالانکہ یہ کلامی مکتبِ فکر تھا)[vii]

اس مکتبِ فکر کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ مقریزی کی۔ "الخطط والآثار" میں یہ سارے نام آئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں:

(۱) الحرقیہ (۲) المعنیہ (۳) الواقفیہ (۴) القطیہ (۵) الملتزمہ (۶) القہریۃ[viii]

دوسرے ناموں کے مقابلے میں ایک مکتبِ فکر کا نام معتزلہ سب سے زیادہ عام اور مشہور و معروف ہے۔ لیکن یہ نام کیوں پڑا؟ اس باب میں اقوال ہیں۔ بغدادی کا قول ہے کہ یہ نام اہلِ سنت کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے مرتکبِ گناہ کبیرہ کے باب میں یہ عامۃ المسلمین کے ہم نواء اور ہم خیال نہ تھے۔ ان کا عقیدہ مرتکبِ گناہِ کبیرہ کے بارے میں یہ تھا کہ وہ نہ کافر ہے نہ مومن، بلکہ کفر اور ایمان کے

بین بین ہے۔[ix]

شہرستانی اس تسمیہ کا دوسرا سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس مکتبِ فکر کے مؤسس واصل بن عطاء نے جب مرتکبِ کبار کے بارے

میں حسنِ بصری سے اختلاف کیا اور ان کے مجلس سے اٹھ گئے تو ان کے ساتھ وہ چند لوگ بھی اٹھ گئے جو ان کے ہم خیال تھے۔ واصل ان

لوگوں کو لے کر مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے خیال کی تشریح کرنے لگا۔ اس موقع پر حسن بصری نے فرمایا:

"اعتزال عنا واصل" (واصل ہم سے الگ ہو گئے)[x]

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

مذہب اعتزال کے پانچ اساسی اور بنیادی اصول:

مذہبِ اعتزال درجہ ذیل پانچ عقائد پر قائم ہے۔

توحیدِ باری تعالیٰ۔ ۱۔

۲۔عدل

۳۔وعدو وعید یعنی بشارت اور ڈراؤ۔

۴۔المنزلۃ بین المنزلتین

۵۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر [xi]

ان اساسی عقائد کی بنیاد پر معتزلہ اور اہلِ سنت کے درجہ ذیل مسائل مختلف فیہ ہیں۔

المنزلۃ بین المنزلتین۔ ۱۔

مسئلہ صفاتِ باری تعالیٰ۔ ۲۔

۳۔عقیدہ خلق قرآن کریم۔

رؤیتِ باری تعالیٰ ۴۔

مسائلِ تشبیہ و تجسیم۔ ۵۔

ان اختلافی مسائل میں جو مسئلہ سب سے زیادہ تاریخی حوالے سے مشہور رہا وہ مسئلہ خلقِ قرآن تھا۔اس مسئلہ کے تاریخی پسِ منظر پر روشنی ڈالتے ہیں:

مسئلہ خلقِ قرآن کی مختصر تاریخ:

خلقِ قرآن کا مسئلہ تاریخِ معتزلہ سے وابستہ ہے۔جونہی معتزلہ کا ذکر آتا ہے یہ مسئلہ فوراً ذہن میں اُبھرنے لگتا ہے۔معتزلہ ہی نے اسے خلافتِ عباسیہ میں اُٹھایا اور پھیلایا۔انہی کے افکار سے متاثر ہو کر عباسی خلفاء نے محدثین و فقہاء کو جبراً اس کا قائل کرنا چاہا۔اور بعض کو آلام و شدائد میں بھی مبتلا کیا۔خلفاء ثلاثہ مامون الرشید، معتصم باللہ اور واثق باللہ کے عہد ہائے خلافت میں یہ مسئلہ لوگوں کے ذہنوں پر مسلط رہا اور ان کے نفوس و عقول کی پریشانی کا موجب بنا رہا۔

خلقِ قرآن کا مسئلہ مذکورہ تینوں خلفاء سے قبل پیدا ہوا تھا۔جھد بن درھم نے اس کا اظہار کیا تو خالد بن عبداللہ والی کوفہ نے اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔جہم بن صفوان نے بھی اس عقیدہ کا اظہار کیا تھا۔وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کی نفی کرتا تھا۔یعنی اس کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ بات چیت کرنے سے منزہ ہے۔اس لئے وہ صفات و حوادث سے پاک ہے۔اس لئے جہم کہتا تھا کہ قرآن کریم قدیم نہیں، مخلوق ہے۔[xii]

پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا۔انہوں نے پہلے تو صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کیا پھر یہاں تک مبالغہ کیا کہ اس کے منکر ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کلام کر سکتا ہے۔اور قرآن کریم کی اس آیت "وکلم اللہ تکلیماً" کی یہ تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کی صفت پیدا کی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے تکلیم کی صفت کی صاف نفی کر دی۔معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور تمام چیزیں پیدا کی ہیں اسی طرح اس نے صفتِ کلام بھی پیدا کی ہے۔اسی بناء پر ان کا یہ دعوٰی تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔[xiii]

عصرِ عباسی میں معتزلہ نے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر بہت زیادہ نکتہ آفرینیاں پیدا کیں۔وقت کے کچھ فقہاء بھی ان کے ہمنوا بن گئے۔چنانچہ مصری علماء میں بشر بن غیاث المریسی کا بھی یہی مسلک تھا۔بشر کے استاد قاضی ابو یوسف نے، جو حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگردِ رشید تھے، اس مسلک سے اسے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔آخر قاضی ابو یوسف نے اسے اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔[xiv]

مسئلہ خلقِ قرآن میں بنیادی نقطۂ اختلاف:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

خلقِ قرآن کا مسئلہ ایک طرف سے معتزلہ اور دوسری طرف سے محدثین کے مابین معرکۃ الآراء بنا ہوا تھا۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور اسے فراموش کرنا قرینِ عقل و دانش نہیں کہ مسئلہ زیرِ بحث تھا بھی بڑا دقیق و عویص! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ موضوعِ زیرِ بحث میں محدثین و فقہاء کے ہمنوا تھے۔ لہٰذا ہم ان کی سے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہیں کیونکہ ان کے بیان سے محدثین کے نقطہ نظر کی ترجمانی ہوتی ہے۔

امام احمد اور معتزلہ کے درمیان اختلاف بیان کرنے سے پہلے یہ بات ذکر کرنے کے قابل ہے کہ مسئلہ خلق قرآن میں جن علماء کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے امام احمد بن حنبل کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ سب اس بات کی متفق الرائے ہیں کہ تلاوت حادث ہے لہٰذا قرآن کے حروف کا تلفظ بھی حادث ہے۔ اس لئے وہ قاری کا ایک وصف ہے۔ اور اس کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ بلاشبہ

انسان کے تمام اعمال حادث ہیں۔ اسی طرح تمام علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ قرآن کے حروف جو سیاہی میں لکھے ہوئے ہیں، حادث ہیں۔ [xv]

علماء کا قول ہے کہ قرآن پر دو مختلف اعتبارات سے نگاہ ڈالنا چاہئے۔

ا۔ اس کے مصدر و ماخذ کو دیکھا جائے جو ذات باری تعالیٰ اور موصوف بالکلام ہے۔ یہ قرآن اس کا کلام پاک ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ قرآن کے حروف پر نگاہ ڈالی جائے اور ان کی کلمات کو دیکھا جائے جو حروف سے ترکیب پاتے ہیں پھر معانی و مفاہیم کی جانب توجہ مبذول کی جائے جن پر یہ کلمات دلالت کرتے ہیں۔ یہی دونوں امور مسئلہ خلق قرآن میں مرکز اختلاف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ [xvi]

امر اول:

جہاں تک امر اول کا تعلق ہے معتزلہ اللہ تعالیٰ سے صفت کلام کی نفی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حوادث کی صفات میں سے ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام کو ایک جگہ خلق کر دیا اور وہاں سے اس کا ظہور ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو مکالمہ ہوا اس کی اصلیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام کی قدرت پیدا کر دی تھی۔ اس کے برعکس محدثین و فقہاء اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کا اثبات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی رائے میں قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ اور اس کی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق نہیں۔ معتزلہ کا قول ہے کہ قرآن کریم خدا کا پیدا کردہ کلام ہے جو بذریعہ وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ [xvii]

امر ثانی:

معتزلہ پڑھے جانے والے حروف اور ان کے معانی کو بھی مخلوق قرار دیتے ہیں۔ جبکہ امام احمد بن حنبل اور اہل سنت ان کو اس لئے مخلوق تصور نہیں کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے صفت کلام کا مظہر ہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے۔ کیا یہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرح قدیم ہیں یا نہیں؟

امام احمد بن حنبل کی نظریات کا جو اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ آپ پہلے سے اس مسئلہ میں توقف کرتے تھے۔ پھر اعلانیہ اس پر اظہار خیال کرنے لگے۔ آپ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

"جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے وہ جہنمی ہے۔ اور جو اس سے غیر مخلوق کہتا ہے وہ بدعتی ہے" [xviii]

جب مسئلہ خلق قرآن نے ایک عوامی شکل اختیار کر لی تو آپ برملا اس کا اظہار کرنے لگے کہ قرآن کے الفاظ و معانی ہر دو غیر مخلوق ہیں۔ آپ نے اپنے مکتوب بنام خلیفہ متوکل میں صراحتاً لکھا تھا۔

"متعدد بزرگانِ سلف سے مروی ہے کہ وہ قرآن کو غیر مخلوق سمجھتے تھے۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں۔ بات وہی قابل اعتماد ہے جو کتاب اللہ میں مذکور ہو یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ اور تابعین سے منقول ہو۔ جو بات ان دلائل

سے ثابت ہو اس میں کلام کی کوئی گنجائش ہی نہیں" [xix]

امام احمد بن حنبل اور اہل سنت ان حروف و کلمات کو قدیم نہیں کہتے تھے۔ جن کی روزمرہ تلاوت کی جاتی ہے۔ اور انہیں زبان سے ادا کیا جاتا ہے۔ جب متأخرین کا دور آیا تو مسئلہ زیرِ بحث میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ بہت سے مفکرین اسلام معتزلہ کے ہمنوا بن گئے مگر یہ ظلم و تشدد کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ وہ بحث و تمحیص تھی جو فریقین میں برپا ہوا کرتے تھے۔ معتزلہ کے رسائل و خطوط نے اس میں اہم کردار ادا کر دیا۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

مشہور کلامی عالم ابوالحسن اشعری (اشعری مکتب فکر کا بانی) اس مسئلہ کے بارے میں معتزلہ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معتزلہ کا عقیدہ خلق قرآن سے متعلق ان مشرکین عرب کے افکار سے میل رکھتا ہے جو قرآن کے بارے میں کہتے تھے کہ "ان ھذاالا قول البشر" (یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے)۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن انسانی کلام ہے۔[xx]

ابو منصور ماتریدی جو کہ مشہور کلامی مکتبہ فکر "ماتریدیہ" کا بانی ہے، اس مسئلہ کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ کلام خدا کی ایک صفت ہے جو قائم بالذات ہے۔ اس اعتبار سے کلام گویا ان صفات میں سے ہے جو متصل بالذات ہے اور اس کی طرح قدیم ہے۔ کلام

حروفِ کلمات سے مرکب نہیں۔ اس لئے کہ حروف کلمات حادث ہیں اور حادث کا قیام قدیم اور واجب الوجود کے ساتھ ممکن نہیں کیونکہ

حادث اعراض میں سے ایک عرض ہے اور قائم بالذات نہیں۔

اس کے علاوہ وہ حروف کلمات جو معانی پر دلالت کرتے ہیں وہ حادث ٹھہریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن کریم جو عبارت ہے حروفِ الفاظ اور ان عبارات سے معانی قدیمہ پر دلالت کرتی ہے، حادث ہوگا۔ اور اس طرح معتزلہ اور ماتریدیہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اکھٹے نظر آتے ہیں۔ اس طرح ماتریدیہ نے بھی معتزلہ کی طرح قرآن کو حادث ٹھہرایا، اگرچہ مخلوق نہیں کہا۔[xxi]

مشہور معتزلی عالم جاحظ معتزلی نے اپنے رسالۃ النصاری (عیسائیوں کی رد میں) میں لکھا ہے کہ اسلام پر فریب کی ڈوریں پھینکنے والے عیسائی، فقہا اور محدثین کے اس قول کو کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے، کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک پورا قرآن شریف قدیم ہے تو اس دلیل سے مسیح علیہ السلام بھی قدیم ہو گئے۔ اور یہ دلیل قرآن سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے اور چونکہ خدا کا ہر کلام قدیم ہے لہٰذا مسیح علیہ السلام بھی قدیم ہو گئے۔

یہیں سے معتزلہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قدمِ قرآن کا خیال اس بناء پر کہ وہ کلامِ الٰہی ہے، عیسائیوں کی دسیسہ کاریوں سے جمہور مسلمانوں میں آیا ہے۔ اور تقدیس قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے اس کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی ہے۔ نیز تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نصاریٰ مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے اور چونکہ یہ بات ان کو ناگوار تھی کہ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر عیسائی دن بدن مسلمان ہو رہے ہوں۔ بنابریں پہلے سے وہ مسلمانوں میں وہ اپنے افکار پھیلاتے اس کے بعد ان کو ہی دلیل بنا کر عیسائیت سے دفاع کرتے تھے۔

کتاب "تراث الاسلام" میں یوحنا دمشقی کے بارے میں ایک واقعہ ملتا ہے:

یہ یوحنا امویوں کے دورِ حکومت میں تابعہد ہشام بن عبدالملک خدماتِ جلیلہ پر فائز تھا۔ اور وہ عیسائیوں کو ایسی باتیں سکھایا کرتا تھا جن کے ذریعے وہ مسلمانوں سے مناظرہ کر سکیں۔ مثلاً اگر کوئی عرب تم سے سوال کرے کہ "مسیح کے بارے میں تم کیا رائے رکھتے ہو؟" تو کہہ دینا کہ کلام اللہ ہے۔ پھر عیسائی کو اس مسلمان سے پوچھنا چاہیئے: "قرآن میں مسیح کو کس طرح بیان کیا گیا؟" مسلمان اس معاملہ میں کچھ کہتے ہوئے ہچکچائے گا، تاہم وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ: "انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ" (مسیح بن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ ایسا کلمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کی طرف بذریعہ جبرائیلؑ ڈالا اور جو روح ہیں اس کی طرف"۔[xxii]

جب مسلمان اس طرح کا جواب دے لے تو اس سے پوچھو:

"اللہ کے کلمہ سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی روح کیا ہے؟ آیا وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق"

پس اگر وہ کہہ دے کہ مخلوق ہے تو ان کے قول کا یوں رد کرو کہ نہ اللہ تعالیٰ مخلوق ہے نہ اس کا کلمہ، نہ اس کی روح۔ (یہ سب قدیم ہیں) جب یہ کہو گے تو عرب لاجواب ہو جائے گا۔ کیونکہ مسلمانوں میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو، وہ عامۃ المسلمین کی نظر میں زندیق ہے۔[xxiii]

قرآن کو قدیم کہنے کے نتائج:

معتزلہ کی نظروں سے یہ باتیں ڈھکی چھپی نہیں تھیں۔ اس لئے کہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں اور زنادقہ سے بحث وجدل میں مصروف رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید قدیم ہے، وہ عیسائیوں کی مدد کرتا اور اس اعتراف سے دلیل کو قوی کرتا ہے جس سے کام لے کر وہ مسلمانوں سے مجادلہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ بات نہ کہی جائے اس لئے کہ یہ بات کہہ کر اسلام کے خلاف دشمن کے ہاتھ میں ایک حربہ دے دیا جاتا ہے۔ اور یہ بات بجائے خود حق بھی نہیں ہے۔ جو ایسا کہتا ہے وہ مسیح کے بارے میں گویا قولِ نصاریٰ کی تائید کرتا ہے اور اس طرح تعدد قدم کو مان لیتا ہے۔ اور قرآن کریم کو قدیم کہہ کر اس کو خدائے واحد کے ہمسر بنا دیتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

پس جب معتزلہ کا نقطۂ نظر یہ تھا تو ماننا پڑے گا کہ توحید اور اسلام کے نقطۂ نگاہ سے یہ بڑی گہری بات تھی۔ پس یہ ایسا مؤقف تھا جو ہر اعتبار سے صحیح وراست اور ایمانِ سلیم کا مُقتضٰی تھا۔ جس طرح امام احمد بن حنبلؒ دین کے معاملے میں حد درجہ محتاط تھے اور کسی ایسی چیز پر غور وخوض نہیں کرتے تھے جو سلف صالحین کے مسلک کے خلاف ہو، تو ماننا پڑے گا کہ معتزلہ بھی دین کے معاملہ میں احتیاط ہی کا نقطۂ نظر رکھتے تھے، اور ان تمام دروازوں کو حق کے ساتھ بند کر دینا چاہتے تھے جہاں سے اسلام پر فریب کی کمندیں پھینکی جاسکتی تھیں۔ پس اگر وہ نقطۂ نظر کا پروپیگنڈا کرتے تھے تو ان کو دین سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لہٰذا اس مسئلہ پر اس حیثیت سے غور کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام کے ساتھ بھلائی کے ارادہ سے ہی اپنے خیالات کی نشر واشاعت مین مصروف ہوگئے۔ ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے مؤقف اور مسلک کی تائید وحمایت کرے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

افکارِ معتزلہ کے اثرات:

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ معتزلہ ہی دراصل حکمائے اِسلام تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے عقل وفکر کی روشنی میں اسلامی عقائد کا مطالعہ کیا اور پھر اسلامی حقائق ہی میں محدود و محصور رہے۔ ان کے زیرِ سایہ چلنے پر اکتفانہ کیا۔ معتزلہ عقائد سے متعلق نصوص قرآنیہ پر فلسفیانہ نگاہ ڈالتے اور ان حقائق کے فہم وادراک میں غوطہ زن ہوتے تھے جو ان سے چھوٹے پاتا نہ نصوص کی پیروی میں فرق آتا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اس دور میں معتزلہ ہی نے امر بالعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا تھا۔ وہ معتزلہ ہی تھے جو دفاع اسلام کی خاطر زنادقہ، ملاحدہ اور کفار کے سامنے سینہ سپر ہوگئے۔ اور اس طرح اعداءِ دین کے حملوں سے اسلام کو بچایا۔ عباسی خلافت کے آغاز میں الحاد وزنادقہ کا جو طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کا سدباب کرنے کیلئے معتزلہ کا وجود ازبس وناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اولین عباسی خلفاء معتزلہ کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے پہلے پہل ان کی بڑی مخالفت کی تھی اور بعض کو قید وبند کی صعوبتوں سے بھی دوچار کیا۔ آخر کار جب دیکھا کہ معتزلہ بت پرست فرقوں مثلاً سمیہ وغیرہ کے ساتھ صف آراء رہتے ہیں اور اس طرح دین اسلام کی مدافعت کرتے ہیں تو انہیں رہا کر دیا گیا۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے۔ کہ بلاشبہ معتزلہ میں علمی اور فکری شذوذ پایا جاتا تھا۔ مگر فکری شذوذ کا ہر اس شخص میں پایا جانا ضروری ہے جس نے عقل کی باگ دور کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہو۔ اگرچہ وہ نصوص کا دامن بھی تھامے رہتا ہو اور ان کے سایہ سے جدا ہونا اسے گوارا نہ ہو۔[xxiv]

ا۔ معتزلہ:

معتزلہ خلقِ قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۲۔ اشاعرہ:

اشاعرہ محدثین وفقہاء کی طرح قرآن کو غیر مخلوق قرار دیتے ہیں، مگر اسے قدیم تصور نہیں کرتے۔

۳۔ ماتریدیہ:

ماتریدیہ قرآن کو حادث مانتے ہیں۔ مگر مخلوق قرار نہیں دیتے۔ یہ محل نزاع ہے۔ یہ اختلاف بے معنی ہے اور نزاع لفظی کے قبیل سے ہے۔

کلام الٰہی عین ذات ہے یا غیر ذات:

اللہ تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات:

اللہ تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات:

میں بنیادی طور پر فریقین کے درمیان صفات کے عین اور غیر ہونے کا اختلاف ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں مسئلہ خلقِ قرآن مختلف فیہ بن جاتا ہے)۔ اس Base (مسئلہ خلق قرآن کے بحث کو عبیداللہ سندھیؒ نے (امام) شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تجلی دراصل امام شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کی ایک اصطلاح ہے۔ مولانا سندھیؒ کی گفتگو کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو انسانی عقل وفہم میں نہیں آسکتی۔ وہ تو وراء الوراء ذات ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اور انسانیت کا رابطہ کیسے ہوگا۔ تو اس کے لئے ہمیں تجلی کو ماننا پڑے گا۔ تجلی کو ہم وحی، علومِ الٰہیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس وحی کو اصحاب روایت یعنی محدثین عین ذات سمجھ گئے اور اس بات کی حقیقت بھی یوں ہے کیونکہ یہ من وجہ عین ذات ہے۔ کیونکہ اسی کی طرف سے ہے۔ (تعنی اللہ تعالیٰ کی

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

طرف سے)اور معتزلہ غیر ذات سمجھ گئے۔اور ہے بھی اسی طرح کیونکہ من وجہ غیر ذات ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔(پیغام اور پیغام بھیجنے والا دو الگ الگ اجناس ہیں)۔اب اختلاف یہاں پیدا ہوا کہ اصحاب روایت یعنی محدثین نے غیر ذات کی نفی کر دی اور معتزلہ نے عین ذات کی نفی کر دی۔اس ساری بحث کو ایک بہت سادہ مثال کے ساتھ سمجھایا جا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ " زید جو کہ آفیسر ہے اور بکر اس کا نوکر ہے۔عمر کلرک ہے۔اب زید بکر کو کوئی خط یا زبانی پیغام دیتا ہے کہ عمر کلرک کو یہ خط یا پیغام پہنچا دو۔اب یہ بکر عمر کے لئے من وجہ (ایک طرح سے زید ہے)اس موقع پر گویا عین ذات ہے۔اور من وجہ (ایک طرح سے) زید نہیں ہے۔گویا غیر ذات ہے۔من وجہ زید اس لئے کیونکہ بکر زید کا پیغام لایا ہے۔اس پیغام کے حوالہ سے عمر، بکر کو زید کی نگاہ سے دیکھے گا اور من وجہ زید نہیں ہے۔کیونکہ زید الگ تشخص کا حامل ہے۔دوسری طرف محدثین یعنی اصحابِ روایت نے صفات کو غیر ماننے سے انکار اور امام احمد بن حنبلؒ کی طرح وہ کلام اللہ کو اللہ سے غیر ماننے سے انکار کرتے رہے۔تجلی کو ایک لحاظ سے (من وجہ) عین اور ایک لحاظ سے (من وجہ) غیر ماننے سے تمام گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔اور بغیر کسی تکلف کے ان باتوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔مثلاً آیتِ قرآنی ہے:"الرحمٰن علی العرش الستوٰی"۔محدثین سرے سے اس آیت کی تاویل نہیں کرتے اور متکلمین اس کی عجیب و غریب تاویلیں کرتے ہیں۔تجلی سے بات واضح ہو جاتی ہے یعنی کہ عرش پر رحمٰن کی تجلی کا استوا ہوا اور یہ تجلی رحمٰن کے قائم مقام بنی۔تجلی سے کلام اللہ حادث ہے یا قدیم (مسئلہ خلقِ قرآن) کا مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔[xxv]

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

مولانا عبیداللہ سندھیؒ ایک جگہ اس مسئلہ (خلقِ قرآن) پر تاریخی اور سیاسی نقطہ نظر سے گفتگو فرماتے ہیں۔ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "ہارون کے بیٹے مامون کا اپنے بھائی امین کے مقابلہ میں کامیاب ہونا دراصل عربوں کے خلاف ایرانی عنصر کی فتح تھی"۔[xxvi]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"مامون نے عربی اور عجمی اقوام کی مخاصمت کو باہمی موافقت میں تبدیل کر کے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی۔مامون کے زمانے میں خلقِ قرآن کا مسئلہ اُٹھا۔ایک گروہ کہتا تھا کہ "کلامِ الٰہی" جو خدا کی صفاتِ قدیمہ میں سے ہے وہ تو قدیم ہے۔لیکن جو الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے تھے، وہ مخلوق اور حادث تھے۔محدثین کہتے تھے کہ کلامِ الٰہی ہر حال میں قدیم ہے "مامون نے پہلے گروہ (معتزلہ) کی حمایت کی اور اس خیال کو سلطنت کا اصولی مسئلہ بنا دیا اور محدثین کی قیادت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمائی۔مامون کے زمانے میں عربوں کے ہاتھ سے سیادت کے سب ذرائع چھن چکے تھے۔لے دے کے ایک زبان رہ گئی تھی اور اب وہ اسے خالص الٰہی زبان منوانے پر مصر تھے۔عجمی مسلمان قرآن کی تعلیم کو من جانب اللہ مانتے تھے۔لیکن قرآن کے الفاظ کو وہ قرآن کے معانی یعنی اصل کی طرح قدیم اور غیر قانونی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔عربی الفاظ پر زور دینے والے حقیقت میں عربی تفوق کے قائل تھے۔کیونکہ عربی زبان کا تفوق خود عربوں کا تفوق ہے۔چنانچہ اکثر عرب اہلِ فکر اس قومی اور لسانی تفوق کے علمبردار رہے ہیں۔امام شافعیؒ عربی تفوق کے قائل تھے۔جبکہ امام ابو حنیفہؒ کا نقطہ نظر اس کے برعکس ہے۔ایک کے نزدیک خواہ آدمی عربی زبان نہ بھی جانے، اس کا عربی میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور دوسرے کے ہاں مفہوم کو سمجھنا مقدم ہے۔اور زبان کی حیثیت دوسرے درجے کی ہے۔

محدثین کا اصرار تھا کہ قرآن کے الفاظ کو غیر مخلوق مانا جائے یا اس مسئلہ کو گول مول ہی رکھا جائے۔کیونکہ عربی الفاظ کو مخلوق ماننے سے عربی تفوق پر زد پڑتی تھی۔چنانچہ اس گروہ کو قرآن کے الفاظ کے غیر مخلوق ہونے پر اتنا غلو تھا کہ حیرت ہوتی ہے۔اُس زمانے کے علماء ایک وکیع بن الجراح تھے۔ان کا کہنا تھا کہ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن حادث ہے، وہ کافر ہے۔[xxvii]

یزید بن ہارون کا قول ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ کلامِ الٰہی مخلوق ہے وہ خدا کی قسم زندیق ہے۔[xxviii]

امام شافعیؒ کے شاگرد مزنی کہتے ہیں کہ جو شخص کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔[xxix]

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ اگر میرے ہاتھ میں ہو اور کسی پُل پر یہ کہتے سن لوں کہ قرآن مخلوق ہے تو اس کی گردن مار دوں۔[xxx]

امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں یہ تفریق کی تھی کہ قرآن مجید کا جو تلفظ کیا جاتا ہے وہ حادث اور مخلوق ہے۔[xxxi]

لیکن محدثین نے اس کی بھی سخت مخالفت کی اور ان کو اس کی پاداش میں مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ قرآن جس صورت میں بھی ہو غیر مخلوق ہے جبکہ اس کے برعکس دوسرے گروہ والوں نے بھی اپنی طرف سے غلو اور تشدد میں حد کر دی۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

قرآن تمام انسانیت کے لئے رہنمائی کی کتاب ہے۔ رہنمائی کا حق تب ادا ہو سکتا ہے جب قرآن کو پوری طرح سے سمجھا جائے اور سمجھنے کے لئے اگر عربی زبان پر عبور نہ ہو تو اُسے اپنی زبان میں سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا رومی نے اپنی فارسی زبان میں لکھی ہوئی مثنوی میں قرآن کے مفہوم کو سمو دیا ہے جو اس کے اس شعر سے واضح ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی　　مثنوی مولوی معنوی

جہاں تک مولانا جلال الدین رومی کے شعر کا تعلق ہے، اس کا پہلا مصرعہ اس کی کتاب کا نام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مثنوی مولوی معنوی۔ اصل قرآن کا مفہوم ہے: جو کہ پہلوی (ایرانی) زبان میں ہے۔

یہ شعر بنیادی طور عجمی ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ فارسی زبان میں نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کی طرف جو رجوع کا قصہ گھڑا گیا ہے میرے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک عجمی کی عقل یہ سمجھ ہی نہیں سکتی کہ اللہ کی تعلیم جو تمام زمانوں اور ساری دنیا کے لئے ہے، وہ عربی اسلوبِ بیان اور عربی نظم الفاظ کی پابند ہو۔ عجمی ذہن کے لئے قرآن کے الفاظ کا غیر مخلوق سمجھنا ناممکن ہے۔ ہو تو معانی ہی کو قرآن سمجھے گا۔ اور اس میں تفکر و تدبر کر کے ایمان کو جِلا دے گا۔

مختصراً خلق قرآن کے مسئلہ میں مامون کا یہ اقدام عربی ذہنیت کے اس تفاخر کی اصلاح کے لئے تھا۔ اس کے نزدیک محدثین کا قرآن کے الفاظ کو غیر مخلوق سمجھنا عربی اور ایرانی ذہنیت کے صحیح امتزاج اور توافق میں حائل تھا۔ اور چونکہ یہ بات اس کی سلطنت کے سیاسی مسلک کے خلاف پڑتی تھی اس لئے مامون نے اس مین بڑی سرگرمی دکھائی۔ اس زمانے کے بہت سے غیر عرب علماء جو اپنے علم میں دوسروں سے کم نہ تھے۔ قرآن کے الفاظ کو امام احمد بن حنبلؒ کی طرح غیر مخلوق نہ سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر امام بخاریؒ لیجیے۔ موصوف الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے تھے۔ چنانچہ دُہلی جو امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد تھے اور امام بخاریؒ کو ان سے تلمذ بھی تھا، اس بناء پر امام بخاریؒ کے خلاف ہو گئے۔ ایک عربی ذہنیت سے متاثر تھے اور دوسرے عجمی مسلمان کا طبعی رجحان رکھتے تھے۔ xxxii

الغرض معتزلہ کوئی نیا فرقہ نہیں تھا بلکہ یہ دینِ اسلام کی عقلی تشریح کرنے والی جماعت تھی۔ جو کہ اس دور کی ایک شدید ضرورت تھی۔ ہارون الرشید کے عہد تک دینِ اسلام کا عالمی انقلاب اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ برپا ہو گیا تھا۔ گویا دینِ اسلام کا عالمی، سیاسی، معاشی، سماجی، تمدنی، اور قانونی غلبہ ہو چکا تھا۔ اس غلبہ کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کے سارے علوم و ترقیات کا وارث اب دینِ اسلام کا یہ عالمی نظام بن جائے۔ اسی وجہ سے ایک طرف عباسی خلفاء کے ابتدائی عہد می ں خاص کر ہارون الرشید کے دور میں علمی حوالہ سے یونانی علوم کے عربی و فارسی تراجم شروع ہو گئے۔ اب ان نئے علوم کے تراجم اور ان کے ساتھ تعلق قائم ہونے کی وجہ سے نئے سوالات کا پیدا ہونا، اور وہ بھی خالص عقلی بنیادوں پر ضروری تھا۔ ان سوالات کے جوابات کا سامناسب سے پہلے تاریخ اسلام میں جس طبقہ نے کیا ہے وہ معتزلہ ہیں۔ دوسری طرف ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید کا دور سیاسی حوالہ سے عربی و عجمی قوتوں کے امتزاج کا دور ہے۔ اس دور میں عربی قیادت تو کر رہے ہیں لیکن انتظامی امور میں عجمی بھی ایک باقاعدہ قوت ہے۔ عجمی ذہنیت کے اپنے سوالات ہیں۔ ان سوالات کے جوابات خالص عقل کی بنیاد پر پہلے جو طبقہ دیتا ہے وہ معتزلہ ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ میں ہوتا آیا ہے کہ ہر نئے کام میں ابتدائی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ معتزلہ کی ان غلطیوں کی نشاندہی محدثین نے کی لیکن مسائل چونکہ نئے تھے اس لئے اکتلافات کے گرد و غبار میں ایک دوسرے کے خلاف کافی غلو سے کام لیا گیا۔ اہل سنت کے پہلے طبقہ کے بعد جب اہل سنت کے اس طبقہ نے جو علم کلام پر کام کر رہا تھا، امام ابوالحسن اشعریؒ کے دور میں یہ مسئلہ اس شدت کے ساتھ نہ رہا۔ اس کے بعد امام ابو منصور ماتریدی کے دور میں تو یہ مسئلہ بالکل ختم ہو گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس دور کو کچھ اس طرح زیر بحث لاتے ہیں: "معتزلہ کی آزاد خیالی اور خالص عقلیت کا نتیجہ امام احمد بن حنبلؒ کی ظاہریت اور تقلید حدیث کی صورت میں نکلا اور معتزلہ کے علم کلام کا رد اشعری علم کلام تھا۔ امام ابوالحسن اشعریؒ کے مقابلے میں امام ابو منصور ماتریدی نے عجمی ذہنیت کے مطابق علم کلام ترتیب دیا"۔ xxxiii

نتائج البحث:

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ مسئلہ دراصل دین اسلام کے پھیلاؤ کی وجہ سے سامنے آیا۔ اس پھیلاؤ نے نئے دور اور دین اسلام میں داخل ہونے والی نئی اقوام کے نت نئے سوالات کو جنم دیا۔ ان سوالات کی روشنی میں مسئلہ زیر بحث بھی ایک اہم سوال کی شکل میں اُبھرا۔ جس کو ہم درجہ ذیل امور کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

اہل سنت کا بنیادی نقطۂ نظر یہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ صفات، زائد اور عوارض میں ہوتی ہیں۔ اُن کو قدیم نہیں کہا جا سکتا۔ اگر صفات الٰہیہ کو بھی قدیم ۱۔
مانیں گے تو اس سے بہت سارے خداؤں کا وجود لازمی ہو جائے گا۔ اور یہی نقطۂ نظر عیسائیوں کا بھی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر "ان اللہ ثالث ثلٰثہ" کی بات کرتے ہیں۔
یہاں معتزلہ کا موقف مضبوط دکھائی دیتا ہے۔

۲۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ الفاظِ قرآن یا نظمِ قرآن تو حادث ہے لیکن مفہوم قرآن قدیم ہے۔ مفہوم قرآن بنیادی طور پر وہی ہے جو کبھی عبرانی، کبھی سریانی اور کبھی عربی کی شکل اختیار کرتا ہے۔ یہاں پر اہل سنت کا موقف مضبوط ہے لیکن معتزلہ بنیادی طور اس بات کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ اہل سنت کے اس موقف کو رد کرتے ہیں جس میں وہ الفاظ قرآن، نقوش قرآن اور یہاں تک کہ جلد قرآن تک کو قدیم منوانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

۳۔ اہل سنت والجماعت کی حقیقت سے لوگوں میں شناسی پیدا کرنے کیلئے خواص الناس اور عوام الناس میں بیداری پیدا کی جائے تاکہ غلط فہمیوں کا تدارک ممکن ہو سکے۔

کتابیات

☆ نجم الدین اصلاحی، مکتوبات شیخ الاسلام، مدنی کتب خانہ النور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ

☆ شیخ عبد القادر جیلانی، عنیۃ الطالبین، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۵

☆ محمد طیب قاسمی، علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور

☆ فیروز الدین، فیروز اللغات، والیم ۲، "معتزلہ"

☆ حسن جار اللہ زیدی، تاریخ معتزلہ، سعید ایچ کمپنی ادب منزل کراچی

☆ سعد الدین تفتازانی، المطبع العلیمی دہلی انڈیا، ت۔ن

☆ شیخ محمد ابو ہریرہ، اسلامی مذاہب، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ، کارخانہ بازار فیصل آباد، سنہ ت۔ن

☆ حیات امام احمد بن حنبل، سید رئیس احمد جعفری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ کارخانہ بازار، فیصل آباد، سن ت ن

☆ شیخ محمد ابو زہرہ، مترجم غلام احمد حریری

---

[i] نجم الدین اصلاحی، **مکتوبات شیخ الاسلام**، مدنی کتب خانہ النور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ، ت۔ن، ص ۱۰۶۔

[ii] شیخ عبد القادر جیلانی، **عنیۃ الطالبین**، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۵، ص ۶۵۔

[iii] **القرآن**۔6 :153

[iv] محمد طیب قاسمی، **علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج**، ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور، ص ۳۱۔

[v] **القران**۔۹:۱۱۹

[vi] فیروز الدین، **فیروز اللغات**، والیم ۲، "معتزلہ"

[vii] حسن جار اللہ زیدی، **تاریخ معتزلہ**، سعید ایچ کمپنی ادب منزل کراچی، ص ۳۱۔

[viii] **نفس مصدر**'، بحوالہ، الخطط والاثار۔

[ix] **نفس مصدر**'، ص ۳۴۔

[x] **سعد الدین تفتازانی**، المطبع العلیمی دہلی انڈیا، ت۔ن، ص ۶

[xi] حسن جار اللہ زیدی، **تاریخ معتزلہ**، ص ۱۲۳۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

[xii] شیخ محمد ابوہریرہ، **اسلامی مذاہب**، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ، کارخانہ بازار فیصل آباد، سنہ ت۔ن، ص ۲۵۳۔

[xiii] **نفس مصدر**، ص ۲۵۴

[xiv] **نفس مصدر**

[xv] **نفس مصدر**، ص ۲۶۲

[xvi] **نفس مصدر**، ص ۲۶۳

[xvii] **نفس مصدر**

[xviii] **نفس مصدر**، ص

[xix] **نفس مصدر**، ص ۲۶۲

[xx] **نفس مصدر**، ص ۲۷۳

[xxi] **نفس مصدر**، ص ۳۰۹

[xxii] **حیات امام احمد بن حنبل**، سید رئیس احمد جعفری، ملک سنز، تاجران کتب خانہ کارخانہ بازار، فیصل آباد، سن ت ن، ص ۱۴۲

[xxiii] **نفس مصدر**، ص ۱۴۲

[xxiv] **شیخ محمد ابوزہرہ**، مترجم غلام احمد حریری، ص ۲۶۹

[xxv] عبیداللہ سندھی، **افادات وملفوظات**، مرتب پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۴۶۶

[xxvi] عبیداللہ سندھیؒ، **شعور وآگہی**، مکی دارالکتب لاہور، ۱۹۹۵، ص ۱۱۰

[xxvii] عبیداللہ سندھی، **حالات وتعلیمات اور سیاسی افکار**، المحمود اکیڈمی عزیز مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ سنہ ت ن، ص ۲۹۶

[xxviii] **نفس مصدر**

[xxix] **نفس مصدر**

[xxx] **نفس مصدر**

[xxxi] **نفس مصدر**

[xxxii] عبیداللہ سندھی، **حالات وتعلیمات اور سیاسی افکار**، المحمود اکیڈمی، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور، سنہ ت ن، ص ۲۹۴

[xxxiii] عبیداللہ سندھیؒ، **حالات وتعلیمات وسیاسی افکار**، ص ۳۰۰